Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

ناول "پیلی بارش" اور "جندر": فکری وفنی اشتراکات کا جائزہ

NOVEL "YELLOW RAIN" AND "JANDAR": REVIEW OF INTELLECTUAL AND ARTISTIC COLLABORATION

حامد محمود

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ڈاکٹر صائمہ نذیر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Abstract

The novel deals with the realities of life. A novelist's critique of life and its facts and concepts plays the role of soul in the art of thought. The tendency to make cultural issues the subject of novels is found in different social regions. Written in Spanish, the novel "Yellow Rain" is an intellectual tragedy of a dying civilization. The novelist describes the demise of a civilization with painful feelings. The novel "Jander" is a lament for the dying traditions and symbols of local culture.Despite belonging to two different civilizations, these two novels have similarities in terms of intellectual similarities as well as theme, story, plot and characterization. A comparison of the two novels at the intellectual and artistic level is presented in the following article

Keywords: Conservatism, Values, Cultural Symbols, Loneliness, Self-talk, Waiting, Forgetfulness, Migration, Divorce, Forgetfulness

کلیدی الفاظ: قدامت پسندی، اقدار، تہذیبی علامات، تنہائی، خود کلامی، انتظار، نسیاں، ہجر، خود فراموشی

زندگی کے ہمہ جہت اور بے شمار پہلوؤں کو کسی ایک فن پارے کے ذریعے انسانی فکر اور فن کی دسترس میں لانا محال ہے۔ ادب کی مختلف اصناف زندگی کے رنگ برنگ پہلوؤں کی عکاسی مختلف انداز میں کرتی ہیں۔ غزل میں زندگی حسن و عشق کی باتیں اور غمِ جاناں کا افسانہ بن جاتی ہے، نظم زندگی کا کوئی نیا روپ دکھاتی ہے، داستان میں زندگی دل چسپی، حیرت اور تعجب کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے اور کہانیوں اور حکایتوں میں یہی زندگی سبق آموز تجربات میں ڈھل جاتی ہے۔ ناول بھی زندگی کے حقائق کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ حقیقتیں ماضی یا حال کے کسی رواں، دواں پہلو میں کارفرما ہوتی ہیں۔ ناول اپنے موضوع کے اعتبار سے مہم جو، نفسیاتی، فلسفیانہ، تاریخی، ماورائی، سائنسی، رومانوی، جاسوسی یا محض سماجی ہو سکتا ہے۔

ناول نگاری، زمانے کے حقائق کو منطق اور جمالیات میں لپیٹ کر فنکاری کے ساتھ پیش کرنے کا نام ہے۔ ناول کی گہرائی میں سماج سانسیں لے رہا ہوتا ہے۔ ناول میں طبقاتی آویزش، سماج کی مختلف اکائیوں کے درمیان تصادم، تہذیبی قدروں کی شناخت، تمدن کے مظاہر، سماجی رویے اور ثقافتی تبدیلیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس کی تہہ میں زندگی سے متعلق مختلف تصورات پر علمی، فکری، فلسفیانہ، رومانوی یا منطقی تنقید کارفرما ہوتی ہے۔ زندگی اور اس کے حقائق اور تصورات سے متعلق ایک ناول نگار کی تنقید بفکر اس کے فن میں روح کا کردار ادا کرتی ہے۔ سماج، معاشرے اور انسانی رویوں سے متعلق ایک ناول نگار کی رائے اور حقائق و مشاہدات پر مبنی تناظر کسی ناول کو ایک بڑا موضوع یا وسیع افق فراہم کر سکتے ہیں۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ناول کا موضوع جتنا آفاقی ہو گا، اس میں فکر و نظر کی جتنی گہرائی ہو گی اور وہ جتنا اپنے زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور سماجی حقائق سے مربوط ہو گا اور زبان و بیان اور جمالیات کی جس فن کاری کے ساتھ اسے پیش کیا جائے گا، اتنا ہی وہ ایک زندہ فن پارے کی حیثیت سے دیکھا جائے گا اور پسند کیا جائے گا۔ اس ضمن میں محمد احسن فارقی لکھتے ہیں: ''ناول نگار اس کہاوت پر عقیدہ رکھتا ہے کہ حقیقت جھوٹ سے زیادہ تعجب انگیز ہے۔''(1)

کہانی ناول کی بنیاد ہے۔ اس کے ساتھ عصری رجحانات، سماجی حقائق اور زندگی کے جیتے جاگتے مسائل اور معاملات کے ساتھ ناول کی گہری وابستگی اسے داستان سے جدا کرتی ہے۔ ناول میں کہانی کو دلچسپ اور منفرد انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں: ''قصے میں انتظار یا تجسس کی خلش خاص چیز ہے اور جتنی زیادہ انتظار کی خلش ہو گی اتنا ہی دل چسپ قصہ ہو گا۔'' (2)

زندگی کے متعدد پہلو ناول کا موضوع بن سکتے ہیں۔ عام طور پر بہت سے ناول نگار کچھ روایتی یا متعارف موضوعات کے ذریعے اپنے فکر و فن کا اظہار کرتے ہیں۔ منفرد، اچھوتے اور زندگی سے جڑے کسی دل چسپ موضوع پر فکر و فن کے امتزاج سے روشنی ڈالی جائے تو ایک شہ کار ناول وجود میں آتا ہے۔ یہی شاہکار ادیب کو زندہ رکھتا ہے بلکہ فن کو زندہ رکھنے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں: ''ناول نگار کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ پڑھنے والے پیدا کرے۔''(3)

آج بھی دنیا بھر میں متنوع موضوعات پر ناول لکھے جا رہے ہیں اور ناول نگاری کے میدان میں بھی نت نئے تجربات بھی ہو رہے ہیں۔ انہی تجربات میں سے ایک تہذیبی و تمدنی مسائل کو ناول کا موضوع بنانے کا رجحان ہے۔

سماج اور معاشرے سے جڑے موضوعات میں ایک اہم موضوع دم توڑتی تہذیبی روایات اور علامات اور ان کا مرثیہ بھی ہے۔ جدیدیت نہایت تیزی سے صدیوں سے قائم تہذیبی روایات و علامات کو مٹاتی چلی جا رہی ہے۔ قدیم تہذیبی علامات سے محبت رکھنے والوں کے لیے جدیدیت کا یہ رخ غم کا سبب ہے۔ روایت و علامات سے عشق کرنے والے لوگ اگرچہ کم رہ گئے ہیں لیکن ان کے جذبات و احساسات نازک اور قابل قدر ہیں۔ ایسے لوگ عام طور پر گاؤں، دیہاتوں اور چھوٹے قصبوں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ شہر کی جدید زندگی سے خود کو دور رکھتے ہیں اور کسی قیمت پر اپنے قدیم مسکن، آبائی گھروں، قدیم تہذیبی نشانیوں اور روایات سے وابستہ علامتوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جدیدیت کا سیلاب رفتہ رفتہ ان سے سب کچھ چھین رہا ہے اور گہرے دکھ، کرب اور رنج کی حالت میں وہ دم توڑتے تمدن فنا ہوتی تہذیب اور متروک ہوتے طرزِ زندگی کے ساتھ خود کو ماضی کا حصہ بنتے دیکھ رہے ہیں۔

گزشتہ صدی کے آخری دہائی میں دنیا ایک ایسے ناول سے متعارف ہوئی جو ایک اجڑتے ہوئے گاؤں کی دم توڑتی تہذیب پر لکھا گیا تھا۔ ہسپانوی زبان میں لکھے گئے اس ناول نے اپنے منفرد موضوع، اچھوتے اندازِ تعبیر، زبان و بیان اور فکر و نظر کے فن کارانہ استعمال اور پر اثر پیغام کی وجہ سے دنیا بھر میں مقبولیت حاصل کی۔ خولیو لیاما زاریس نے ''پیلی بارش'' کے عنوان سے لکھے گئے اس ناول میں ایک ایسے ماحول کی نہایت پر اثر منظر کشی کی ہے جس میں تنہائی، انتظار، نسیان، ہجر اور خود فراموشی کی اذیت، دوستوں، پیاروں، پڑوسیوں اور عزیز و اقارب کی جدائی کا غم اور ایک دم توڑتی تہذیب کی کرب ناک سسکیاں قدم قدم پر بکھری ہوئی ہیں۔ ''پیلی بارش'' فکری طور پر ایک دم توڑتی تہذیب کا المیہ ہے، ناول نگار نے ایک تمدن کے خاتمے کو درد بھرے احساسات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ناول نگار نے اپنے مشاہدے، مطالعے اور خیالات کو جزرسی کے ساتھ منظر نگاری کا حصہ بنایا ہے۔ دل کش تراکیب، پر اثر تشبیہات اور استعارات کے ذریعے ناول کے مرکزی خیال کو اجاگر کیا گیا ہے، پڑھنے والے کو واضح طور پر احساس ہوتا ہے کہ ناول نگار نے تہذیبی المیے کو خود فراموشی کے اذیت ناک احساسات میں پوری طرح ڈوب کر تحریر کیا ہے۔

عصرِ حاضر میں اختر رضا سلیمی کا ناول ''جندر'' تہذیبی المیے پر لکھا گیا تازہ ناول ہے۔ اس ناول کی خوبی یہ ہے کہ بظاہر بہت سادہ ہونے کے باوجود یہ اپنے اندر بہت سی تہہ داریاں رکھتا ہے۔ یہ ناول مقامی تمدن کی دم توڑتی روایات اور علامات کا مرثیہ ہے۔ اس ناول میں جندر کے متروک ہوتے استعمال کو جو کہ مقامی تمدن کی ایک اہم علامت تھا، قدیم تہذیب و تمدن کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس تہذیبی تبدیلی کو تمدنی المیے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ''جندر'' میں زبان و بیان سادہ ہے اس میں ویسے پر شکوہ الفاظ، استعارے اور تعبیرات نہیں جو کہ ''پیلی بارش'' میں جابجا نگینوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں لیکن سادہ بیانی کے باوجود ''جندر'' میں تہذیبی المیے کو سمونے کی پوری

کوشش کی گئی ہے اور واقعات کی ترتیب اور تہذیبی علامت کی موت کو انتظار، اذیت، ہجر اور کرب کے جن جذبات واحساسات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، وہ واقعی متاثر کن تجربہ ہے۔

دونوں ناولوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ دونوں تہذیبی المیے کا نوحہ ہیں۔ دونوں کے مرکزی کردار خود فراموشی، اختلالِ حواس، ہجر اور نسیان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دونوں ناولوں میں جدیدیت کی اس صفت کے خلاف شدید احتجاج اور ناراضی کی فضا پائی جاتی ہے کہ جدیدیت اپنی ایجادواختراع اور آسودگی کی نہ ختم ہونے والی حرص کی بدولت قدیم تہذیبی روایات کو نگلتی جارہی ہے۔ مضمون، بیانیہ انداز، پلاٹ اور تکنیک کے اعتبار سے بھی دونوں ناولوں میں بعض مشترکات پائے جاتے ہیں۔ ان کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

مرکزی خیال

افسانوی ادب کی تمام تر اصناف میں مرکزی خیال کو اہمیت حاصل ہوتی ہے لیکن ناول میں مرکزی خیال کی مرکزیت کا احساس دیگر اصنافِ ادب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ زندگی کے جن پہلوؤں کو ناول نگار اپنے خیال وفکر کا موضوع بناتا ہے، وہی ناول کا مرکزی خیال ہوتا ہے۔ عظیم الشان صدیقی اردو ناول آغاز وارتقاء میں لکھتے ہیں: ”ناول کے جملہ واقعات وکردار اس کے مرکزی خیال کے تابع ہوتے ہیں۔ ناول میں اس کی حیثیت جسم میں روح کی مانند ہے۔“(4)

ناول ”پیلی بارش“ جو خولیو لیامازادیس نامی ہسپانوی صحافی، ادیب اور کالم نگار کا شہ کار ہے، اس ناول کا بنیادی موضوع ہی تنہائی، انتظار، خود فراموشی، نسیان اور موت ہے۔ ناول کا عنوان ”پیلی بارش“ ان تمام کیفیات کا استعارہ ہے۔ یہ استعارہ دراصل ناول کا حقیقی موضوع ہے لیکن اس ناول کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں گاؤں کی دم توڑتی قدیم تہذیب کی دردانگیز اور المناک منظر کشی کی گئی ہے۔ ناول کے منظر نامے میں گاؤں اور اس کی زندگی میں پرورش پاکر عمر رسیدہ ہونے والی تہذیب اپنی تمام جزئیات کے ساتھ لحہ بہ لحہ، دھیرے دھیرے، رفتہ رفتہ، اکھڑی اکھڑی سانسیں لے کر ختم ہوتی دکھائی دے رہی ہے، بالکل بستر مرگ پر موجود کسی بوڑھے وجود سے سرکتی ہوئی روح کی مانند، گرمیوں کی شاموں میں دھوپ کی رفتار سے سمٹتی ہوئی اور سردیوں کی طویل راتوں کی طرح بتدریج تحلیل ہوتی ہوئی، ایسی تہذیب جس کا ایک ہی نمائندہ فرد گاؤں میں رہ گیا ہے۔ یہ فرد اس کہانی کا مرکزی کردار ہے اور وہ بستر مرگ پر آخری سانسیں لیتے ہوئے اپنی زندگی کی کہانی سنارہا ہے۔ یہ کہانی تنہائی، ہجر، پیاروں کی اضطراب انگیز جدائی گاؤں کے خالی رہ جانے والے گھروں پر طاری دردناک حسرت اور گاؤں کی گلیوں میں پھیلی بے پناہ اداسی کی المناک داستان ہے۔ یہ کہانی مرجانے والوں کی دردناک یادوں اور چھوڑ کر چلے جانے والوں کی کرب ناک بے وفائی کا تذکرہ ہے۔ اس کہانی میں خود فراموشی، نسیان اور اختلاطِ حواس کی وجہ سے پیش آنے والی اذیت اور رفتہ رفتہ شہ رگ تک پہنچ جانے والی موت کا ذکر ہے جس نے کہانی کے مرکزی کردار کے حافظے میں ”پیلی بارش“ کی شکل اختیار کرلی ہے۔ یہ ”پیلی بارش“ جو ایک تہذیب کی موت کا دردناک مرثیہ ہے، اس ناول کا مرکزی خیال بھی ہے۔

یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے جو ایک دم توڑتی تہذیب کا دردناک مرثیہ ہے، اس اقتباس میں ناول پیلی بارش کا مرکزی خیال پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔

> خوان فرانسکو کے گھر کے مکینوں کا رخصت ہونا دراصل ایک طویل، بے انجام الوداع کا آغاز تھا، خروج کے اس عمل کی شروعات تھی جو میری موت کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے، پہلے آہستہ آہستہ، اور پھر گروہ در گروہ، اینائی کے باسی۔۔۔ پیرینیز پہاڑی سلسلے کے دامن میں آباد بہت سے دوسرے گاؤوں کے باسیوں کی طرح۔۔۔ جو سامان ساتھ لے جاسکتے تھے اسے گاڑیوں پر لاد کر، اپنے مکانوں کے دروازے ہمیشہ کے لیے مقفل کرکے، خاموشی سے ان رستوں اور پگڈنڈیوں پر چل دیے جو نیچے وادی کی طرف جاتی ہیں۔ جیسے کوئی اجنبی ہوا اچانک ان راستوں سے گزری اور اس نے ہر دل اور ہر گھر میں ایک طوفان برپا کردیا۔ جیسے صدیوں بعد، ایک دن لوگوں نے معازمین سے نظریں اٹھائیں، اس مفلسی کو محسوس کیا جس میں وہ رہتے چلے آئے تھے اور جانا کہ کہیں اور اس سے بہتر زندگی کا امکان موجود ہے۔ ان میں سے کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔ کوئی اپنا وہ سامان تک واپس لینے نہیں آیا جو

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پیچھے رہ گیا تھا۔ اور یوں، جیسا کہ اس علاقے کے بے شمار گاؤوں کے ساتھ ہوا، اینائی رفتہ رفتہ لوگوں سے تہی ہوتا گیا اور ہمیشہ کے لیے تنہا اور خالی چھوڑ دیا گیا۔(5)

"پہلی بارش" کی طرح "جندر" کا مرکزی بستر مرگ پر اپنی کہانی سنا رہا ہے۔ وہ مقامی تہذیب، ماضی کی گم گشتہ روایات، بزرگوں کے چھوڑے ہوئے ورثے اور جدیدیت کی گرد میں چھپ جانے والی تہذیبی، ثقافتی اور معاشرتی اقدار کے ساتھ اپنی دلی وابستگی کو غم کے ایک گہرے احساس کے ساتھ بیان کر رہا ہے۔ پہلی بارش کے مرکزی کردار کی مانند جندر کا مرکزی کردار بھی اپنی موت کے بعد پیش آنے والی صورتِ حال کے بیان سے اپنی درد بھری کہانی کا آغاز کرتا ہے، یہ کہانی بنیادی طور پر بزرگوں کی یادگار، قدیم تہذیبی روایات کی ایک علامت یعنی جندر اور اس جندر سے پھوٹنے والے ان سروں کے ساتھ والہانہ تعلق، دلی محبت اور فریفتگی کی داستان ہے جو مرکزی کردار کے رگ وپے اور جسم وجان کا حصہ بن چکے ہیں۔ مقامی تہذیب اور قدیم تمدن کی اہم ایک علامت یعنی "جندر" باالفاظِ دیگر بزرگوں کے ورثے اور علاقائی روایت کے ساتھ والہانہ تعلق اور اس فریفتگی میں اپنے پیاروں سے لاتعلقی، ہجر کا غم موت کا انتظار اور مٹتے ہوئے تہذیبی آثار کی وجہ سے ڈپریشن اس ناول کا مرکزی خیال ہے، ناول نگار نے "جندر" میں حزنیہ پیرایہ اختیار کر کے، قارئین کو مٹتے ہوئے تہذیبی اثرات کے تحفظ کا پیغام دیا ہے۔

"جندر" کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے جس میں مرکزی کردار اپنی موت کے ساتھ ہی جندروئی تہذیب یعنی قدیم تمدنی علامت کی موت پر اپنے غم کا اظہار کر رہا ہے:

> جندر نے ہزاروں سال انسان کا ساتھ دیا اور اس کی تمدنی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ پانی سے بجلی پیدا کرنے کا خیال بھی انسان کو یقیناً جندر ہی نے بخشا مجھے تو یقین ہے کہ پن بجلی کا پہلا تجربہ کرنے والا سائنس دان یا تو کسی جندروئی کا بیٹا تھا یا اس کا کوئی رشتہ دار۔ ہزاروں سال تک انسان کا ساتھ نبھانے والی جندروئی تہذیب اب آہستہ آہستہ اپنے انجام کو پہنچ رہی ہے اور میرے اور میرے اس جندر کی تباہی کے بعد اس میں مزید تیزی آجائے گی۔(6)

کہانی

کہانی کو ناول کی ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے۔ کہانی واقعات کے اک تسلسل کا نام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ منطقی طور پر جڑے ہوئے ہوں ان واقعات کے اختتام پر کوئی نتیجہ ظاہر ہو۔ ناول اور کہانی میں تکنیک اور مقصد کا فرق ہے۔ ناول ایک مخصوص انداز میں لکھا جاتا ہے۔

ناول "پہلی بارش" کا آغاز ناول کے مرکزی کردار کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ وہ اپنی موت کے بعد پیش آنے والے ممکنہ واقعے اور متوقع صورتِ حال کے متعلق اظہارِ خیال کر رہا ہے۔ اس کے بعد ناول کی کہانی بعد از مرگ پیش آنے والی ممکنہ صورتِ حال کی منظر نگاری کو منطقی جواز کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ یہ منطقی جواز واقعات کے ایک تسلسل کا باعث بن جاتا ہے جس میں ہر واقعہ، دوسرے کے لیے وجہ، سبب یا علت کا درجہ رکھتا ہے۔ (واقعات کا بظاہر غیر محسوس لیکن درحقیقت پرپیچ اور منطقی تعلق ناول کے منظم پلاٹ کو ظاہر کرتا ہے۔) واقعات کا تسلسل ایک گہرے داخلی دکھ اور اذیت میں گندھے ہوئے احساسات کے ساتھ قائم رہتا ہے اور قارئین کی دل چسپی اس تجسس کی وجہ سے برقرار رہتی ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا؟ ایک المیہ دوسرے المیے کی وجہ کیسے بنا؟ واقعات کا یہ تسلسل ناول کے آخر میں ایک انکشاف کے انداز میں دوبارہ کہانی کے آغاز کے ساتھ جڑ جاتا ہے، یعنی اس ناول میں بیان کردہ کہانی ایک دائرے کی شکل اختیار کر لیتی ہے، واقعات جس نقطے سے شروع ہوئے تھے، گھوم پھر کر اسی نقطے تک پہنچ جاتے ہیں، یوں المیہ کے ساتھ ایک دل چسپ کہانی وجود میں آتی ہے۔

ناول "پہلی بارش" کے پہلے باب کا آغاز اور اختتام دیکھیے:

> جس وقت وہ لوگ سوبر پورو کی پہاڑی پر پہنچیں گے اس وقت تک غالباً شام پڑنی شروع ہو چکی ہو گی۔ گاڑھے سائے لہروں کی طرح سامنے پہاڑی پر حرکت کریں گے اور شدید، دھندلی اور قاتل دھوپ ان سایوں کے سامنے سپر ڈال کر، اب کمزور گرفت کے ساتھ، خاردار جھاڑیوں اور اس

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مکان کے ملبے کے ڈھیر سے چمٹ رہی ہو گیجو اس پہاڑی کی سطح پر بنا ہوا تنہا مکان تھا۔۔جب آخر کار ٹارچوں کی روشنی دروازے کے پیچھے مجھے یہاں بستر پر پورے کپڑے پہنے لیٹا، خالی چشم خانوں سے سیدھا ان کی طرف تکتا ہوا پالے گی جبکہ کائی اور پرندے میری آنکھوں کو کھا چکے ہوں گے۔(7)

جبکہ اس المیہ ناول کے اختتام پر کہانی دائرے کی صورت میں گردش کرتی اور کسی برساتی کاریز کی طرح مختلف تہہ در تہہ پرتوں سے گزرتی ہوئی دوبارہ آغاز سے جڑ جاتی ہے۔اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

> اب ہر چیز کے لیے بہت دیر ہو چکی ہے، بارش میری آنکھوں سے چاند کے منظر کو مٹا رہی ہے اور، رات کے سناٹے میں مجھے دور سے سبزے کی ویران گنگناہٹ سنائی دینے لگی ہے، بالکل ان خاردار ٹہنیوں کی سرسراہٹ کی طرح جو میرے خون کے دریا میں گل رہی ہیں۔ یہ موت کے قدموں کی سبز چاپ ہے۔ یہ وہی چاپ ہے جو میں اپنی بیٹی اور ماں باپ کے کمروں میں سن چکا ہوں۔ یہ وہی ہے جو قبروں میں اور بھلائی ہوئی تصویروں میں گلانے کا کام کیا کرتی ہے۔یہی آہٹ اینائی میں باقی رہ جائے گی جب سننے والا کوئی شخص زندہ نہیں ہو گا۔(8)

ناول ”جندر“ کی کہانی میں بھی دائرے والی تکنیک ہی استعمال کی گئی ہے۔ مرکزی کردار اپنی داستان جہاں سے شروع کرتا ہے، کہانی انہی لفظوں کے ساتھ اختتامی مرحلے پر منتج ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کہانی کا آغاز جس منظر سے ہوا تھا، واقعات کے تسلسل کے بعد اس منظر کی منطقی وجہ ایک المیے کی صورت میں سامنے آجاتی ہے۔ کہانی کے اختتام پر قاری یہ جان لیتا ہے کہ کہانی کے مرکزی کردار کی تنہائی اور حسرت ناک انجام کی وجہ کیا ہے؟اس کی وجہ خارجی نہیں، داخلی ہے، جندر کا مرکزی کردار تہذیبی روایات سے اپنی انمٹ، اٹل اور والہانہ وابستگی اور جندر کے مخصوص نغمے کا عادی ہونے کی وجہ سے ہجر کے کرب سے گزرتا ہے اور خود اذیتی اور خود فراموشی کا شکار ہو کر موت سے پہلے اختلالِ حواس اور نسیان کا شکار ہو جاتا ہے اور جندر کی مخصوص سریلی گونج کو سننے کی حسرت دل میں لیے رفتہ رفتہ موت کو گلے لگانے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ناول ”جندر“ کے پہلے باب کا آغاز اور اختتام ملاحظہ کیجیے:

> مجھے یقین ہے کہ جب پو پھوٹے گی اور روشنی کی کرنیں دروازے کی درزوں سے جھانکیں گی تو پانی سر سے گزر چکا ہو گا اور میری سانسوں کا زیر و بم، جو اس وقت جندر کی کوک اور ندی کے شور سے مل کر ایک کرب آمیز سماں باندھ رہا ہے،، کائنات کی اتھاہ گہرائیوں میں گم ہو چکا ہو گا اور پیچھے صرف بہتے پانی کا شور اور جندر کی اداس کوک ہی رہ جائے گی۔۔۔ سو ہڈیوں کا خوف ناک ڈھانچہ بننا شاید میرا مقدر بن چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ میرے دماغ کی سوئی اب بھی اسی آدمی پر اٹکی ہوئی ہے، جس نے سب سے پہلے مجھے مردہ حالت میں پانا اور گاؤں والی کو میری موت کی اطلاع بہم پہنچانا ہے۔(9)

جبکہ جندر ناول کے اختتام پر کہانی گردش کرتی ہوئی ابتدا کے ساتھ جڑ جاتی ہے، اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> مجھے اب بھی یقین ہے کہ اگر کہیں سے کوئی چونگ میسر آجائے اور میں جندر کی وہی سریلی گونج سن سکوں تو میرا ماس، جو گزشتہ پینتالیس دنوں میں خالی گھومتے جندر کی کوک نے میری ہڈیوں سے علاحدہ کر دیا ہے، دوبارہ ہڈیوں سے جڑنا شروع ہو جائے گا، میری کھوئی ہوئی طاقت بحال ہونا شروع ہو جائے گی اور میں دوبارہ جی اٹھنے لگوں گا لیکن اب اس قسم کی کوئی امید بے کار ہے کہ اگر گاؤں میں لگی مشینی چکی، ابھی اور اسی لمحے بھک سے اڑ جائے تو بھی رات کے اس آخری پہر میں کوئی یہاں آنے سے رہا اور ابھی کچھ دیر بعد جب پو پھٹے گی تو پانی سر سے اونچا ہو چکا ہو گا۔(10)

پلاٹ

پلاٹ کہانی کا ایک جز ہوتا ہے لیکن فنی اعتبار سے اس کی الگ حیثیت ہے۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ کہانی دراصل "کیا کہا گیا؟" کے سوال کا جواب ہے تو ہمیں ایک سوال اور بھی فرض کرنا پڑے گا: "کس طرح یا کیسے کہا گیا؟" اس سوال کے درست جواب میں جو بھی کہا جائے گا، وہ کہانی کا پلاٹ ہو گا۔

گٹھے ہوئے پلاٹ میں واقعات کچھ اس منطقی ترتیب سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں کہ کسی واقعے کو اپنی جگہ سے ہٹانے یا تبدیل کرنے سے واقعات کا بہاؤ، کہانی کا تسلسل اور ناول کی دل چسپی اور تجسس متاثر یا کمزور پڑ سکتی ہے، ایسے پلاٹ عام طور پر نفسیاتی انداز میں لکھے گئے ناولوں میں رکھے جاتے ہیں جو منطقی اعتبار سے مربوط ہوتے ہیں۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"پہلی بارش" کا پلاٹ بھی ایک گٹھا ہوا پلاٹ ہے، کیوں کہ اس میں واقعات ایک خاص منطقی ترتیب اور نفسیاتی انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہیں۔ واقعات کی ابتدا مرکزی کردار کے آخری سانسوں کے ذکر سے ہوتی ہے اور پھر فلیش بیک کی طرح واقعات ایک دوسرے کے ساتھ منطقی، نفسیاتی اور جذباتی رنگ میں جڑتے چلے جاتے ہیں، لیکن واقعات کے اس تسلسل میں فطری پن اور بے ساختگی موجود ہے، ایک واقعے سے خود بخود دوسرا واقعہ پھوٹتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر اس واقعے کا ذکر نہ کیا جائے تو سابقہ قصے میں بھی کوئی تشنگی رہ جائے گی۔ واقعات ایک فطری بہاؤ کی مانند بہتے ہوئے ہمیں مرکزی کردار کے انجام کی طرف لے جاتے ہیں اور آخر میں پہنچ کر مرکزی خیال پوری طرح اجاگر ہو جاتا ہے جو کہ اس ناول کا مقصد ہے۔

"پہلی بارش" کی مانند فلیش بیک کی تکنیک اور واقعات میں جذباتی اور نفسیاتی ربط کی خاصی "جندر" میں بھی پائی جاتی ہے، لیکن "جندر" میں جذباتی رویوں اور انفعالی مزاج کی چھاپ زیادہ ہے، یہ انفعالی مزاج ہی واقعات میں منطقی ترتیب کی وجہ بنتا ہے، اگر مرکزی کردار کی جذباتیت، انفعالی مزاج، مخصوص طبیعت اور نفسیاتی رویے سے صرفِ نظر کر لیا جائے تو جندر کے پلاٹ میں منطقی ترتیب کی کمی محسوس ہو گی، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جندر کے مرکزی کردار کے ذریعے ناول نگار نے مقامی تہذیب سے وابستہ اپنے جذبات واحساسات کو منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، جس وجہ سے پلاٹ میں ایک گونہ سادگی پیدا ہو گئی ہے۔

کردار نگاری

اگر کہانی "کیا ہوا؟" اور پلاٹ "کس طرح ہوا؟" کا جواب ہے تو ایک تیسرا سوال خود بخود پیدا ہو گا یعنی "کس ذریعے سے ہوا؟" یعنی کہانی میں بیان کردہ واقعات جو ایک خاص ترتیب اور تسلسل کے ساتھ رونما ہوئے، وہ کس ذریعے سے وجود میں آئے؟ کہانی میں پیش آنے والے واقعات کرداروں کی بدولت وجود میں آتے ہیں، یعنی کردار وہ فرضی یا حقیقی افراد ہوتے ہیں جن کے ذریعے کہانی کے واقعات، حوادث، جرائم یا کارناموں کو بیان کیا جاتا ہے۔

ایک اچھے ناول میں سادہ اور ڈرامائی دونوں طرح کے کردار ہوتے ہیں۔

ناول "پہلی بارش" میں دونوں طرح کے کردار موجود ہیں۔ مثلاً ناول کا مرکزی کردار ایک ڈرامائی کردار ہے۔ ناول نگار نے اسی کے ذریعے دیگر کرداروں کا تعارف کروایا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ ایک مدور کردار بھی ہے جو مختلف انسانی خصوصیات کا حامل ہے۔ جیسا کہ پہلی بارش ایک نفسیاتی ناول ہے، اس طرح اس کا مرکزی کردار ایک نفسیاتی کردار ہے، کہانی کا زیادہ تر حصہ مرکزی کردار کی سرگوشی یا خود کلامی سے عبارت ہے جو وہ بسترِ مرگ پر کر رہا ہے، کہانی کے دوران میں بھی وہ زیادہ تر خود کلامی نما مکالمے یا سرگوشی سے کام لیتا ہے، پورے ناول میں براہِ راست مکالمے کی مثالیں چند ایک ہی ہیں، ناول کا زیادہ تر حصہ مرکزی کردار کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر مشتمل ہے اور اس کی تنہائی اور اختلالِ حواس کی کیفیات کے گرد ہی گردش کرتا ہے، عموماً ایسے ناول میں دل چسپی کا عنصر کم ہو جاتا ہے۔ لیکن پہلی بارش چوں کہ کہانی ایک دائرے میں گردش کرتی ہوئی انجام کی جانب بڑھ رہی ہے، اس لیے اگلے منظر کو سمجھنے کے لیے قاری، خود کو مرکزی کردار کے ساتھ ساتھ محسوس کرتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ ناول یکدم اختتامی مرحلے میں داخل ہو چکا ہے لیکن اگلا منظر اسے بتاتا ہے کہ ابھی "اینائی" نامی گاؤں میں رنج اور الم کے جذبات کو محسوس کرنے کے لیے مزید بھی کچھ موجود ہے۔ ایسے میں ناول نگار کی ذات کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی بلکہ پڑھنے والا خود کو مسلسل مرکزی کردار کے ہم قدم پاتا ہے، وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا "اینائی" کی گلیوں میں گھومتا پھرتا ہے حتیٰ کہ وہ مرکزی کردار کی بیوی سینا کی موت کا دکھ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے، وہ اس کتیا کو بھی فراموش نہیں کر پاتا جو سینا کی موت کے بعد اینائی کی تاریک برفانی راتوں میں ناول کے مرکزی کردار کی تنہائی کا احساس کم کرنے اور جینے کا واحد سہارا تھی اور جس کے مرنے کے بعد مرکزی کردار کی زندگی میں سوائے تکلیف دہ یادوں اور تنہائی کے نہ ختم ہونے والے احساس کے سوا، کچھ نہیں رہا تھا، دکھ، غم اور خود فراموشی کا یہ احساس ہی ناول "پہلی بارش" کی وہ فکری معنویت ہے جس نے اس ناول کو ایک عظیم ناول بنا دیا ہے۔ یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے جس میں مرکزی کردار طویل عرصے بعد اپنے بیٹے کے خط کا ذکر کرتے ہوئے مرنے والوں کو یاد کرتا ہے ۔ اس اقتباس میں ناول کے کئی کرداروں کا نام موجود ہے:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

وقت ایک صابر پہلی بارش ہے جو تیز ترین آگ کو بھی آہستہ آہستہ خاموش کر دیتی ہے لیکن کوئی کوئی آگ ایسی ہوتی ہے جو زیرِ زمین سلگتی رہتی ہے، حافظے کی ایسی گہری دراڑوں اور تپتی ہوئی ریخوں میں کہ موت کا سیلاب بھی اسے مٹا نہیں سکتا۔ آدمی رفتہ رفتہ اس کے ساتھ رہنا سیکھ لیتا ہے، یاد پر خاموشی اور زنگ کی تہہ چڑھا لیتا ہے، اور ٹھیک اس وقت جب اسے گمان ہوتا ہے کہ وہ یاد مکمل طور پر فراموش ہو گئی ہے، محض ایک خط یا فوٹو گراف فراموشی کی برف کی اس تہہ کو پارہ پارہ کر دینے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

آندریاس کے جانے پر سبینا نے اس کا اس طرح سوگ کیا تھا جیسے وہ مر گیا ہو۔ اس نے آندریاس کا سوگ سارا کی طرح کیا۔ وہ اس کے سوگ میں بھی رہی اور مرتے دم تک اس کا انتظار بھی کرتی رہی، بالکل اسی طرح جیسے اس نے کامیلو کا سوگ اور انتظار کیا۔ لیکن میں، جس روز آندریاس نے گھر چھوڑا ، اسے خدا حافظ کہنے بستر سے بھی نہ اٹھا۔(11)

"پہلی بارش" کی طرح "جندر" میں بھی کہانی کا زیادہ تر حصہ مرکزی کردار کے گرد ہی گھومتا رہتا ہے، یہ بھی ایک جذباتی اور نفسیاتی کردار ہے جو جندر کی محبت اور اس کے سروں کا عادی ہونے کی وجہ سے اپنی محبوبہ بیوی کی توجہ اور لگاؤ سے محروم ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے ساتھ قریبی تعلق بھی قائم نہیں رکھ پاتا، "پہلی بارش" کے مرکزی کردار کے برعکس "جندر" کا مرکزی کردار ایک سادہ کردار دکھائی دیتا ہے جو اپنے اور دیگر کرداروں کے متعلق وضاحت کے ساتھ سب کچھ بیان کر دیتا ہے، کہیں بھی اس کردار میں زندگی کی مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے تبدیلی دکھائی نہیں دیتی، وہ تمام مناظر میں ایک شریف الطبع، جذباتی، اپنی ذات اور کام میں گم اور خود کلامی کا عادی ایسا فرد دکھائی دیتا ہے جو جو تبدیلیوں کو پسند نہیں کرتا، اسی طرح اس کی بیوی مزاجا ایک شدت پسند رویے اور ذاتی انا کی قیدی خاتون ہوتی ہے جو اپنے شوہر کی طبیعت اور مزاج کے ساتھ نباہ کرنے کی بجائے اس کے ساتھ زندگی میں عملی طور پر دور رہنے کو گوارا کر لیتی ہے لیکن اپنے مزاج پر سمجھوتا نہیں کرتی، دیگر کردار بھی اپنی اپنی جگہ قدرے جامد کردار دکھائی دیتے ہیں۔

"جندر" کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے، یہ مرکزی کردار کی بیوی کے کہے ہوئے الفاظ ہیں جو کردار کی نفسیاتی صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہیں، مرکزی کردار خود بھی اسے عجیب و غریب عورت کہہ چکا ہے، جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرکزی کردار سمیت جندر میں سادہ کردار نگاری سے کام لیا گیا ہے:

میں نے ایک آزاد مرد سے شادی کی تھی مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ جندر کی گونج کا قیدی ہے۔ میں ایک معذور مرد کے ساتھ تو گزارہ کر سکتی ہوں لیکن ایک مجبور مرد کے ساتھ نہیں۔ تمھیں اس مجبوری سے آزاد ہونا پڑے گا" اور میں ہکا بکا ہو کر اس کا منہ دیکھنے لگا۔(12)

ماحصل

یہ دونوں ناول جدیدیت کے خلاف قدرِ مشترک رکھتے ہیں۔ دونوں ناول اقدار کی پامالی، قدیم تہذیبی علامات کے قتل اور جدت پسندی کے بخار کے خلاف جبکہ مٹتے ہوئے تمدنی آثار اور بے اعتنائی کا شکار ہونے والے افراد اور اماکن کے حق میں قلم کاروں کا خاموش احتجاج ہیں جو نفسیاتی پہلو سے ایسے احساسات، جذبات اور خیالات کی نمائندگی کرتے ہیں جنھیں عام طور پر توجہ اور دل چسپی سے نہیں سنا جاتا، یہ دونوں ناول علامتی طور ان لوگوں کی تنہائی کو بیان کرتے ہیں جو جدت پسندی کا شکار ہونے والے معاشرے سے کٹ چکے ہیں اور معاشرے کو بھی ان کا کوئی احساس نہیں رہا۔

حوالہ جات

۱۔ محمد احسن فاروقی ڈاکٹر، ناول کیا ہے؟، الکتاب، کراچی، اگست، 1965ء، ص 22

2۔ ایضاً، ص 20 3۔ ایضاً، ص 34

4۔ عظیم الشان صدیقی، اردو ناول: آغاز و ارتقا، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، اشاعت اول، 2008ء، ص 31

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

5۔ خولیولیاماذاریس، پیلیبارش، مترجم: اجمل کمال، سٹی پریس بک شاپ، کراچی، پہلی اشاعت، 2007ء، ص66

6۔ اختر رضا سلیمی، جندر، ، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، اشاعت دوم، 2018ء، ص110

7۔ خولیولیاماذاریس، پیلیبارش، مترجم: اجمل کمال، سٹی پریس بک شاپ، کراچی پہلی اشاعت، 2007ء، ص9، ص16

8۔ ایضاً، ص112، 111

9۔ اختر رضا سلیمی، جندر، ، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، اشاعت دوم، 2018ء، ص9، 20

10۔ ایضاً، ص121

11۔ خولیولیاماذاریس، پیلیبارش، مترجم: اجمل کمال، سٹی پریس بک شاپ، کراچی، پہلی اشاعت، 2007ء، ص44

12۔ اختر رضا سلیمی، جندر، ، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، اشاعت دوم، 2018ء، ص91